رسائل و مسائل

تعویذ اور شرک

آپ نے کلام نبویؐ کی صحت میں (مئی ۹۶) رقی تسترقیھا کا ترجمہ کرتے ہوئے دعا کے ساتھ تعویذ بھی لکھا ہے۔ احادیث صحیحہ میں تعویذ اور اس قسم کی دوسری چیزوں کو شرک قرار دیا گیا ہے۔ اگر دعا کے ساتھ دم کرنے کا ذکر ہوتا تو قابل اعتراض نہ ہوتا۔

آپ نے ترجمان میں تقدیر کے سلسلہ میں شائع ہونے والی ایک حدیث کے بارے اپنے اضطراب کا اظہار کیا ہے اور محمد بن عبدالوہاب کی کتاب التوحید کے تفصیلی اقتباسات بھیجے ہیں جو تعویذ کو شرک قرار دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ کو چند باتوں پر غور کرنے کی دعوت دوں گا۔

۱۔ میں نے رقی تسترقیھا کا ترجمہ ''دعا تعویذ'' مولانا جلیل احسن ندوی مرحوم کی کتاب زادِ عمل سے درج کیا تھا۔ سلف سے یہی روش چلی آرہی ہے اور میری بھی روش یہی ہے کہ جن علما پر اعتماد ہو کہ دین کا صحیح علم و فہم رکھتے ہیں' ایک کم علم والا آدمی ان کی پیروی کرے تو یہ احتیاط اور خیر کی روش ہے۔ الا یہ کہ میرے علم کی حد تک مجھے کوئی بنیادی اختلاف یا اضطراب محسوس ہو۔

۲۔ یہ بات مجھے بھی معلوم تھی اور یقیناً مولانا جلیل احسن ندوی مرحوم کو مجھ سے بدرجہا زیادہ بہتر معلوم ہوگی' کہ یہ لفظ پڑھ کر پھونکنے کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں' اور شاید وہ بھی یہ سمجھتے ہوں کہ جب تک نفع و ضرر کی نسبت صرف اللہ کی طرف رہے' اس وقت تک تعویذ جھاڑ پھونک کی طرح کا عمل ہے۔ ایک عمل میں الفاظ منہ سے ادا کیے جاتے ہیں' دوسرے عمل میں کاغذ پر لکھے جاتے ہیں۔ اسی لیے غالباً انھوں نے ترجمے میں وسعت اختیار کی' اور اسی لیے میں نے اس میں کوئی بات غلط نہیں سمجھی۔ ترجمہ لفظی نہ ہو' تو روایت بالمعنی کے طرح' تھوڑی بہت تشریح و توضیح اس میں داخل ہو جاتی ہے۔

۳۔ میری نظر میں شرک کا تعلق بنیادی طور پر عقیدے سے ہے اور پھر ان اعمال سے جو واضح طور پر عبودیت کے اظہار یا سلسلہ اسباب و علل سے بالا ہو کر' کسی غیراللہ کے لیے نفع و ضرر کی نسبت پر مشتمل ہوں۔ یا کسی بھی غیراللہ کو' ماسوا اللہ مطلقاً نافع و ضار سمجھے۔ اس لحاظ سے اگر کوئی یہ سمجھے کہ شفا دوا سے نصیب ہوتی ہے' نہ کہ اللہ کے دینے سے' تو یہ بھی شرک ہو گا۔ کوئی کلام الٰہی سے جھاڑ

پھونک کرے اور عقیدہ یہ ہو کہ اصل نافع و ضار تو اللہ تعالیٰ ہے، یہ جھاڑ پھونک محض ذریعہ ہے، یہ شرک نہ ہو گا۔ جس طرح دوا میں تاثیر حکم الٰہی سے ہے، اسی طرح جھاڑ پھونک میں تاثیر حکم الٰہی سے ہے۔ اسی طرح جو شخص تعویذ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ یہ ایک ذریعہ ہے، اصل نفع و ضرر حکم الٰہی پر منحصر ہے، تو یہ بھی شرک نہ ہو گا۔ اسی لیے امت کے بے شمار اکابر اور صلحا تعویذ لکھ کر دیتے رہے ہیں۔

۴۔ جہاں تک ان احادیث کا تعلق ہے جن میں گلے میں کچھ لٹکانے یا ہاتھ میں کوئی زرد یا دوسرا دھاگا باندھنے کی مخالفت کی گئی ہے تو ان کا تعلق یقیناً واضح طور پر اس دور کی مشرکانہ رسوم اور بتوں سے ہو گا۔ اس لیے ان سے منع کیا گیا۔ اس کے برخلاف تعویذ کا تعلق کلام الٰہی یا کلمات خیر سے ہے، اور اس میں مشرکانہ الفاظ یا عقیدہ نہ ہو، تو اس پر یہ مخالفت وارد نہ ہو گی۔

۵۔ اسی لیے امام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب الکلم الطیب میں، ابو داود اور ترمذی کے حوالے سے، یہ روایت نقل کی ہے کہ عبداللہ بن عمر اپنے سمجھ دار بچوں کو یہ کلمات سکھاتے تھے اور ناسمجھ بچوں کے گلے میں لٹکا دیتے تھے: اعوذ بکلمات اللہ التامة، من غضبه وشر عباده، ومن همزات الشياطين وان يحضرون۔ اس حدیث کی سند میں کلام کیا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کیوں کہ یہ ان کا عمل تھا اس لیے یہ حجت نہیں لیکن سلف تابعین میں سے بعض نے تعویذ کی اجازت دی ہے، اور بعض نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اب صرف شیخ محمد بن عبدالوہاب کے استنباط و اجتہاد کی بنیاد پر اس کو قطعی اور صریح ممنوع اور شرک کو قرار نہیں دیا جا سکتا، نہ یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ شاہ ولی اللہ اور مولانا تھانوی جیسے جید علما جانتے بوجھتے عمل شرک کا ارتکاب کرتے تھے۔

۶۔ آخری بات جو میں اس قسم کے تمام مسائل میں اپنے احباب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں یہ ہے کہ جزئی و فروعی مسائل میں اختلاف رہا ہے اور ہو گا۔ اس وقت مسلمان جس عرصہ محشر میں ہیں، ان کے سامنے جو چیلنج اور کام ہے، اس کے پیش نظر احیاے اسلام کے علم برداروں کو اس قسم کے مسائل کی طرف توجہ کرنے اور ان میں پڑنے کی فرصت و مہلت ہی نہ ہونا چاہیے۔ (خرم مراد)

عادت بد کا ترک

ہم دو دوست ہیں۔ دین کا کام مل جل کر کرتے ہیں۔ قرآن مجید کا اور اسلامی کتب کا مطالعہ باقاعدگی سے کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے اندر ایک بہت بری عادت پائی جاتی ہے۔ جب ہم اکٹھے رہتے ہیں تو وہ ہم سے نہیں چھوٹتی۔ جب کچھ دنوں کے لیے ایک دوسرے سے علیحدہ رہتے ہیں تو مسئلہ ٹھیک رہتا ہے لیکن ہمارے دوسرے ساتھی سمجھتے ہیں کہ یہ آپس میں ناراض ہیں۔ ہروقت پریشانی اور الجھن کا شکار رہتے ہیں۔ خدارا ہمیں اس کا علاج بتائیں، کوئی ایسا عمل صالح یا وظیفہ، کہ دنیا کی محبت ختم ہو جائے اور صرف

اللہ ' اور اس کے رسول کی محبت دل میں آ جائے -

اگر آپ دونوں دوست دین کا کام بھی کرتے ہیں ' اسلامی کتب اور قرآن مجید کا باقاعدہ مطالعہ بھی کرتے ہیں ' پھر بھی اپنی کسی عادت بد پر قابو پانے میں کامیاب نہیں ہوتے ' تو اس کے علاج کے لیے آپ درج ذیل باتوں کو سامنے رکھیں ' اور جن پر عمل کرنا ہے ان پر عمل کریں -

۱- اللہ تعالیٰ نے ہمیں انھی کاموں سے روکا ہے جن سے رکنا ہمارے اختیار میں ہے - اس لیے کہ وہ ہمیں کسی ایسی بات کا حکم نہیں دے گا جو ہمارے اختیار سے باہر ہو ' جس سے رکنا ہمارے بس میں نہ ہو - یہ یقین ضروری ہے -

۲- دوسری بات جس کا اچھی طرح سمجھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ جہاں اپنے اختیار سے کچھ کرنا یا نہ کرنا ضروری ہو ' وہاں کوئی ایسا نسخہ نہیں کہ اپنا اختیار استعمال کر کے اور عمل کر کے رک جانے کے علاوہ بھی رک جانا ممکن ہو - اس لیے کہ سارا اجر و ثواب تو اسی اختیار کے استعمال پر ہے - گناہ کی ترغیب اور خواہش ختم ہو جائے تو پھر آزمایش کیسے ہوئی - پھر تو ہم فرشتے ہو جائیں گے ' انسان نہیں رہیں گے - اپنی قوت ارادی سے اپنا اختیار استعمال کرنے کا کوئی بدل نہیں ' یہ آپ نہ کریں تو کوئی چیز آپ کی مدد نہیں کر سکتی - یہ آپ کریں تو اللہ ' فرشتے ' دعائیں اور بہت سی تدابیر آپ کی قوت ارادہ اور استعداد عمل کو مضبوط بنانے میں آپ کی مدد کریں گے -

۳- تیسری بات یہ ہے کہ سارے اعمال کا محرک تو ارادہ ہے اور ارادہ دل میں پیدا ہوتا ہے اور وہیں سے اپنا کام کرتا ہے - یہ ارادہ آپ کے خیالات کا تابع ہوتا ہے - اچھے اور پاکیزہ خیالات دل پر طاری ہو گئے تو نیک ارادے مضبوط ہوں گے - برے اور غلیظ خیالات دل میں غالب ہوں گے ' تو نیک ارادے کمزور اور بد ارادے مضبوط ہوں گے -

۴- برے خیالات کو دل میں آنے سے بھی آپ نہیں روک سکتے ' اس لیے کہ یہ آپ کے اختیار میں نہیں - ان کو لڑ بھڑ کر بھی اپنے دل سے نہیں نکال سکتے اس لیے کہ جتنا آپ برے خیالات کی طرف توجہ دیں گے وہ قائم اور مضبوط ہوں گے -

۵- اس لیے برے خیال کو آپ دروازے ہی پر روک دیں ' داخل ہوتے ہی روشنی کا سوئچ آن کر دیں - اندھیرے فرار ہو جائیں گے - یہ دروازے کا پہرے دار اور روشنی کا منبع اللہ کی یاد ہے - وہ میرے ساتھ ہے ' یہاں موجود ہے ' مجھے دیکھ رہا ہے - اس کے سامنے حاضر ہو کر اس خیال کو راہ دینے یا اس پر عمل کرنے کا مواخذہ ہو گا ' اس مواخذہ کا تصور بھی دل میں لایئے - مزید ممکن ہو تو خاموشی سے ' پورے دل سے ' مگر بڑی تیزی سے اللہ اللہ ' اللہ میرے رب ، اللہ تیرا شکر ، اللہ اپنی پناہ میں رکھ ' اس کا بڑی تیزی سے ورد شروع کر دیں ' اتنی تیزی سے کہ دل میں اور کچھ ٹکنے نہ پائے -

۶۔ ان چیزوں سے بچیں جو اس مخصوص غلط خواہش کو تقویت دیتی ہوں' جو آپ کو گناہ میں مبتلا کرتی ہوں۔ مثلاً پاکیزہ چیزیں پڑھیں' نگاہ کی حفاظت کریں۔ عموماً لوگوں کے سامنے رہیں۔ جب آپ خود جانتے ہیں کہ اکٹھے ہوتے ہیں تو عادت نہیں چھوٹتی' علیحدہ ہوتے ہیں تو مسئلہ ٹھیک رہتا ہے' تو پھر آپ علیحدہ کیوں نہیں رہتے۔ دوسرے ساتھی سمجھتے ہوں کہ آپ آپس میں ناراض ہیں تو سمجھا دیں۔ دوسروں کے سامنے آپ بڑے تپاک سے ملیں' تنہا نہ ہوں۔ یہ علیحدہ رہنا آپ کے اختیار میں ہے۔

۷۔ اس کے بعد بھی گناہ ہو سکتا ہے' بار بار ہو سکتا ہے۔ بس فوراً ہی استغفار کریں' توبہ کریں' روئیں' گڑگڑائیں اور ندامت کے آنسوؤں سے اس داغ کو دھو دیں جو گناہ کے نتیجے میں دل پر پڑ جاتا ہے۔ ساتھ ہی اپنے اوپر نفلی عبادات (نوافل' روزے) اور صدقات کا کوئی جرمانہ بھی عائد کر لیں۔

۸۔ یہ خیال دل سے نکال دیں کہ کوئی ایسا عمل صالح یا وظیفہ پایا جاتا ہے جو آپ کے دل سے دنیا کی محبت ختم کر دے' گناہ کی کشش اور خواہش ختم کر دے اور اپنے ارادے کو اور کوشش کو استعمال کر کے گناہ سے بچنے کی جو ذمہ داری اللہ نے آپ پر ڈالی ہے اس ذمہ داری سے آپ کو بری کر دے۔ دنیا کی محبت اور گناہ کی خواہش تو اللہ نے آپ کے اندر رکھی ہے۔ یہی آپ کے لیے بلندی درجات کا بھی ذریعہ ہے اور اسفل السافلین میں جانے کا بھی۔ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا - قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا (الشمس)

میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ آپ کی مدد کرے۔ اس کی مدد کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا لیکن وہ مدد انھی کی کرتا ہے جو اس کی طرف رخ کریں اور اپنی سی کوشش کریں۔ (خ - م)

چہرے کا پردہ

ایک مسئلہ جو اکثر کشیدگی کا سبب بنتا ہے وہ پردہ کا مسئلہ ہے۔ ایک ہی تنظیم میں مختلف اکابرین متضاد نقطہ نظر پیش کرتے ہیں جس سے الجھن پیدا ہوتی ہے۔ کچھ دن ہوئے ڈاکٹر کمال ہلباوی صاحب نے ایک اجتماع سے خطاب کیا جس میں خواتین پیچھے پردے میں تھیں تو انھوں نے فرمایا کہ یہ طریقہ درست نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسا نہیں ہوتا تھا۔ اسی قسم کا اظہار ایک دوسرے اجتماع میں ڈاکٹر درش نے بھی کیا۔ یہ نقطہ نظر رکھنے والے لوگ آپ کے متعلق بھی کہتے ہیں کہ آپ بھی یہی رائے رکھتے ہیں' جب کہ دوسرے لوگ جو کہ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تحریروں اور ان کے خیالات کو پیش کرتے ہیں تو ان کے متعلق یہ لوگ کہتے ہیں کہ مولانا پاک وہند کے معاشرتی ماحول سے متاثر ہیں۔

چہرے کے پردے کا مسئلہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ ایک تنظیم میں' جو دین کے غلبے کے وسیع تر مقصد کے لیے بنی ہو' ایک اختلافی مسئلے پر مختلف اور متضاد رائے رکھنے والے لوگ جمع ہو سکتے ہیں اور انھیں جمع ہو جانا چاہیے۔ تنظیم تو ایک وسیع چیز ہے' ایک مسلک میں مختلف و متضاد آرا والے لوگ جمع

ہو سکتے ہیں اور ہوئے ہیں۔ کئی مسائل میں امام ابو حنیفہ اور امام ابویوسف و محمد کی رائے بالکل متضاد ہے۔ مگر تینوں حنفی فقہ کے امام ہیں۔ یہ اختلاف کشیدگی کا سبب کیوں بنے؟ اس کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ ہر ایک صرف اپنی رائے کو درست سمجھتا ہے، محتمل بالخطا بھی نہیں سمجھتا اور دوسری رائے کو غلط اور خطا سمجھتا ہے۔ اس میں شدت سے کشیدگی پیدا ہوتی ہے۔

اگر ڈاکٹر کمال ھلباوی اور شیخ درش جیسے لوگ یہ کہیں کہ خواتین کا پردے کے پیچھے بیٹھنے کا "طریقہ درست نہیں" تو انتہائی تعجب کی بات ہے۔ یہ دلیل کہ حضورؐ کے زمانے میں ایسا نہیں ہوتا تھا، انتہائی کمزور دلیل ہے۔ بے شمار کام جو حضورؐ کے زمانے میں نہیں ہوتے تھے، خلفائے راشدین سے لے کر آج تک ہو رہے ہیں۔ جب تک کسی چیز کے کرنے یا نہ کرنے کے لیے نص نہ ہو، اس وقت تک کوئی چیز صرف اس لیے نادرست نہیں ہو سکتی کہ حضورؐ کے زمانے میں نہیں ہوئی ہے، نہ اس لیے کرنا ضروری ہو سکتی ہے کہ حضورؐ کے زمانے میں ایسے ہوتی تھی۔

جو مولانا مودودی کی رائے کو پاک و ہند کے معاشرتی ماحول سے متاثر قرار دیتے ہیں، ان کا علم بڑا محدود اور ناقص ہے۔ یمنیوں میں، ترکوں میں، آج کل بھی مشرق وسطی میں سلفیوں میں، چہرے کے پردے کا اہتمام رہا ہے یا ہے اور اجتماعات بھی الگ الگ ہوتے ہیں۔ اس دلیل پر تو ہمارے مغربی کرم فرما سارا سرمایہ فقہ ہی دریا برد کرنا چاہتے ہیں کہ یہ دور ملوکیت کی پیداوار ہے۔ پھر مشترک اجتماع اور چہرہ کھلا رکھنے کے اجتہاد کو بھی مغربی تہذیب کا اثر قرار دیا جا سکتا ہے حالانکہ اس کے دلائل قرآن و سنت میں موجود ہیں۔

اسی طرح یہ سمجھنا کہ جو چہرہ نہیں ڈھانکتیں وہ کسی معصیت کا ارتکاب کرتی ہیں، یا حجاب کے اہتمام کے ساتھ مخلوط اجتماع غلط ہے، وہ بھی صحیح نہیں۔ پردہ ڈال کر الگ اجتماع کیا جائے تو وہ بھی صحیح ہے، مسجد نبویؐ میں اجتماع نماز کی طرح کا مشترک اجتماع کیا جائے تو وہ بھی صحیح ہے۔ یہ افراد، تنظیم، معاشرتی حالات اور موقع و حالات پر منحصر ہے۔

میں چہرے کے پردے کی رائے کو راجح سمجھتا ہوں، الگ الگ اجتماع کو پسندیدہ سمجھتا ہوں لیکن مغرب کی دنیا میں، اگر عورتیں حجاب کا اہتمام کریں، تو اس میں کوئی ہرج نہیں سمجھتا کہ مرد مقرر ان سے بغیر پردہ ڈالے خطاب کرے یا مشترک اجتماع ہو، خصوصاً اگر تعلیمی ضرورت یا وقت کی قلت کی وجہ سے ایسا ضروری ہو۔